

صدقہ میں کیا چیز مکروہ ہے

(مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّدَقَةِ)

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِأَلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْ سَاخُ النَّاسِ.
امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد
کے لیے صدقہ جائز نہیں۔ یہ لوگوں کے جسموں کا میل پکیل ہے۔

وضاحت

یہ روایت امام مالک کی بلاغات میں سے ہے۔ امام مالک نے اس میں راوی کا نام نہیں لکھا، مگر یہ یاد رکھیے کہ یہ
روایت پانچ چھ طریقوں سے مرفوع ہے، اور ان سب میں ابن شہاب موجود ہے۔ یہ روایت قرآن کے بالکل خلاف
ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ میرے نزدیک اس کو شیعوں کے امام ابن شہاب نے گھڑا ہے تاکہ آل محمد کی
برہمنیت کو قائم کیا جائے۔ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات یوں فرمائی ہوگی کہ 'لا
تحل الصدقة لآل محمد'، اور یہ فرمانے کی وجہ یہ رہی ہوگی کہ یہودیوں میں یہ ہوا تھا کہ صدقہ اور زکوٰۃ کی جتنی
رقوم ہوتی تھیں، وہ یہود کے قبیلہ بنی لاوی کا حق مان لی گئی تھیں۔ قربانی کے جتنے جانور ہوتے تھے، ان کے گوشت کا

بہترین حصہ ان کا حصہ ہوتا تھا اور خیرات کی تمام رقمیں ان کی ہوتی تھیں۔ دوسرے لوگ ان سے محروم کر دیے گئے۔ میرا خیال یہ تھا کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے سد باب کے لیے فرمادیا: 'لا تحل الصدقة لآل محمد' کہ آل محمد کے لیے صدقہ جائز نہیں۔ اس کے بعد روایت کا جتنا حصہ ہے، وہ ابن شہاب کا اسی طرح کا اضافہ ہے، جس طرح کا اضافہ انھوں نے پیچھے بیان ہونے والی 'العین حق' (نظر بد ایک حقیقت ہے) کی روایت میں کیا ہے۔ وہاں 'العین حق' کی تاویل تو ہو سکتی ہے، لیکن اس کے بعد نظر بد اتارنے کا جو ٹوکا ابن شہاب نے بتایا ہے کہ نظر لگانے والے شخص کو پکڑا جائے، وہ اپنے تہم کے نیچے کا حصہ دھوئے اور دھوون اس شخص پر انڈیل دی جائے جس کو نظر لگی ہو۔ تو یہ ابن شہاب کا اپنا اضافہ ہے۔ لیکن اب میری رائے یہ ہے کہ یہ پوری روایت جھوٹی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صدقہ 'او ساخ الناس' (لوگوں کا میل کچیل) ہے تو یہ میل کچیل ان لوگوں کے لیے ہے جو مال دار ہیں اور لوگوں کا حق ادا نہیں کرتے محتاج اور نادار اگر پاتے ہیں تو اپنا حق پاتے ہیں۔ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ یہ 'حق معلوم' یعنی ان کا معین حق ہے۔ قرآن مجید میں یہ بتلایا گیا ہے کہ لوگوں کے پاس جو زائد مال ہوتا ہے، وہ اصل میں دوسروں کے حقوق ہیں جو امر کی امانت میں دیے جاتے ہیں اور اس سے ان کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ حقوق ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ اس مال کو ہڑپ کر لیں تو وہ غلاظت کا ڈھیر ہے جو وہ کھا رہے ہیں۔ مستحقین کے لیے یہ غلاظت کا ڈھیر نہیں، بلکہ اللہ کا دیا ہوا مال ہے۔

پھر اس روایت میں آل محمد کو برہمنوں کی طرز کا ایک پورا خاندان بنا دیا گیا اور اس میں تمام بنی ہاشم کو شامل کر دیا گیا۔ تمام بنی ہاشم کے لیے صدقات حرام کر دیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر بیان کردہ روایت کی رو سے چونکہ 'الید العلیا' (اوپر کا ہاتھ) افضل ہے اور 'الید السفلی' (نیچے کا ہاتھ) مفضول ہے تو آل محمد کے لیے یہ کس طرح جائز ہوتا کہ ان کا ہاتھ نیچے رہے، چاہے وہ غریب ہوں یا امیر۔ ان کو تو بہر حال سر پر بیٹھنا ہے۔ وہ نیچے کس طریقہ سے اتر سکتے ہیں۔ پھر یہ سوال بھی اہم ہے کہ تمام بنی ہاشم کس طریقہ سے آل محمد میں شامل ہو گئے؟ یہ واقعہ ہے کہ عرب میں اور ہمارے ہاں بھی یہ رواج رہا ہے کہ آدمی کی نسل لڑکی سے نہیں چلتی، بلکہ لڑکے سے چلتی ہے۔ بالفرض سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے متعلق مان لیجیے کہ وہ آل محمد ہیں، لیکن بنی ہاشم کے پورے خاندان کو کس طریقہ سے آل محمد ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت صرف بنی ہاشم کا سراونچا کرنے کے لیے گھڑی گئی ہے، ورنہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آل محمد میں اگر کچھ لوگ فی الواقع محتاج ہوں اور ان کے پاس زندگی گزارنے کے وسائل

موجود نہ ہوں تو کیا ان کو بھوکے مرنے دیا جائے گا اور صدقہ سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی؟ اگر اس مدد کے لیے کوئی حیلے تراشے جاتے ہیں تو اس سے حقیقت تو نہیں بدل جائے گی۔ اس صورت میں بھی ان کا ہاتھ تو نیچے ہی رہے گا۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ سَأَلَهُ إِبِلًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى عُرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ وَكَانَ مِمَّا يُعْرِفُ بِهِ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ أَنْ تَحْمَرَ عَيْنَاهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَسْأَلُنِي مَا لَا يَصْلُحُ لِي وَلَا لَهُ، فَإِنْ مَنَعْتُهُ كَرِهْتُ الْمَنَعَ، وَإِنْ أَعْطَيْتُهُ أَعْطَيْتُهُ مَا لَا يَصْلُحُ لِي وَلَا لَهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا أَسْأَلُكَ مِنْهَا شَيْئًا أَبَدًا.

عبداللہ بن ابوبکر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالاشہل کے خاندان میں ایک شخص کو صدقے کی وصولی پر مامور کیا۔ وہ جب واپس آئے تو انھوں نے صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ مانگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا، یہاں تک کہ آپ کے چہرے سے آپ کا غصہ ظاہر ہونے لگا۔ آپ کا غصہ چہرے سے اس وقت ظاہر ہوتا تھا جب آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص مجھ سے وہ چیز مانگتا ہے جو میرے لیے ٹھیک ہے، نہ اس کے لیے۔ اگر نہ دوں تو میں نہ دینے کو برا سمجھتا ہوں، اگر دوں تو میں اس کو وہ چیز دوں گا جو میرے لیے ٹھیک ہے، نہ اس کے لیے۔ تو اس آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ، میں اب اس میں سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔

وضاحت

یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مانگنے کی یہ شکل بھی مکروہ ہے۔

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَرْقَمِ أَدْلُنِي عَلَى بَعِيرٍ مِّنَ الْمَطَايَا اسْتَحْمِلُ عَلَيْهِ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ جَمَلًا مِّنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْأَرْقَمِ: أَتَحِبُّ أَنَّ رَجُلًا بَادِنًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ غَسَلَ لَكَ مَا تَحْتَ إِزَارِهِ وَرَفَعِيهِ ثُمَّ أَعْطَاكَهُ فَشَرِبْتَهُ؟ قَالَ: فَغَضِبْتُ وَقُلْتُ: يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ أَتَقُولُ لِي مِثْلَ هَذَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَرْقَمِ: إِنَّمَا الصَّدَقَةُ أَوْ سَاخُ النَّاسِ يَغْسِلُونَهَا عَنْهُمْ.

زید بن اسلم کے والد راوی ہیں کہ عبد اللہ بن الارقم نے ان سے کہا کہ مجھے سواری کے اونٹوں کی نشان دہی کرو کہ میں ان میں سے امیر المومنین سے سواری کے لیے مانگوں، تو میں نے کہا: اچھا، صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک مانگیے، تو عبد اللہ بن الارقم نے کہا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ایک موٹا فربہ آدمی گرمی کے دن اپنے تہم کے نیچے کے اور اپنی رانوں کے بیچ کے حصے کو دھوئے، پھر وہ دھوون آپ کو دے اور آپ اس کو پیئیں؟ کہتے ہیں: میں نے بڑے غصے میں کہا: اللہ آپ کو معاف کرے۔ کیا آپ مجھ سے اس طرح کی بات کہہ رہے ہیں؟ تو عبد اللہ بن الارقم نے کہا کہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے جس کو وہ اپنے سے دھوتے ہیں۔

وضاحت

یہ بات ٹھیک ہے کہ ایک غیر مستحق صدقہ کے مال میں سے مانگے تو وہ اس کے لیے ناجائز ہوگا، لیکن یاد رکھیے کہ مستحق کے لیے وہ مال ناپاک نہیں، بلکہ یہ اس کا حق ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔

طلب علم کے بارے میں

(مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ)

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ لُقْمَانَ الْحَكِيمَ أَوْصَى ابْنَهُ، فَقَالَ:

يَا بُنَيَّ جَالِسِ الْعُلَمَاءَ وَ زَاكِمُهُمْ بِرُكُوتِكَ فَإِنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْقُلُوبَ بِنُورِ الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي اللَّهُ الْأَرْضَ الْمَيِّتَةَ بِوَابِلِ السَّمَاءِ.

امام مالک کو یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کی اور کہا: بیٹے، علما کی صحبت اختیار کر لو اور ان کے گھٹنے کے ساتھ گھٹنا ملا کر ان کے آگے بیٹھا کرو۔ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے اسی طرح دلوں کو زندہ کرتا ہے، جس طرح وہ مردہ زمین کو آسمانی بارش سے زندہ کرتا ہے۔

وضاحت

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں، بلکہ لقمان حکیم کا قول ہے۔ لقمان عرب کے حکما میں سے تھے، پیغمبر نہیں تھے۔ ان کی تاریخ بھی مجہول ہے۔ اگر قرآن مجید نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو ان کے متعلق ہم اچھی یا بری رائے قائم کرنے کی کسی پوزیشن میں نہیں تھے۔ لقمان حکیم کی بیٹی کو یہ نصیحت قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئی ہے۔ امام مالک نے کہیں سے سنی ہے اور حدیث کی کتاب میں اس کو درج کر دیا ہے اور ایسے نہ جانے کتنے اقوال ہیں جو انھوں نے جمع کیے ہیں۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایسے اقوال بھی نقل کیے ہیں جو ہمیں انجیلوں میں نہیں ملے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حکمت کی اچھی باتوں سے خاص دل چسپی تھی۔ نصیحت اپنی جگہ بہت قیمتی ہے۔ علما کی صحبت میں بیٹھنے سے حکمت کی باتیں سننے کو ملتی ہیں اور آدمی میں اخذ کی صلاحیت ہو تو وہ ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ چیز دل کی زندگی کا باعث ہوتی ہے۔

مظلوم کی بددعا سے بچنے کے بارے میں

(مَا يُتَّقَى مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ)

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَعْمَلَ مَوْلَى لَهُ يُدْعَى هُنْيَا عَلَى الْحِمَى، فَقَالَ: يَا هُنْيُ اضْمُمْ جَنَاحَكَ

عَنِ النَّاسِ وَآتَقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةَ وَالْغُنَيْمَةَ، وَإِيَّايَ نَعَمْ بِنِ عَوْفٍ وَ نَعَمْ بِنِ عَفَّانَ فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكُ مَا شِئْتُهُمَا يَرْجِعَانِ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى زَرْعٍ وَ نَخْلٍ، وَإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةَ وَالْغُنَيْمَةَ إِنْ تَهْلِكُ مَا شِئْتُهُ يَأْتِنِي بِنِيهِ فَيَقُولُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْتَارِكُهُمْ أَنَا لَا أَبَالِكَ فَالْمَاءُ وَالْكَلَّا أَيْسَرُ عَلَى مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَيَأْتِي اللَّهُ إِنَّهُمْ لَيَرُونَ أَنْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ إِنَّهَا لِبِلَادُهُمْ وَمِيَاهُهُمْ قَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا أَلْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شَبْرًا.

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام، جس کا نام 'ہنیسی' تھا، کو سرکاری چراگاہ پر مقرر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ہنیسی، لوگوں کو اپنے بازو سے بچا کے رکھو اور مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو، کیونکہ مظلوم کی دعا خدا کے ہاں مقبول ہے۔ چھوٹے گلے والوں اور بکریوں کے چھوٹے ریوڑ والوں کو ضرور داخل ہونے دینا، البتہ ابن عفان اور ابن عوف کے گلے آئیں تو ان کو روکنا، کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ مدینہ میں اپنے کھیتوں اور اپنے کھجور کے باغوں میں آجائیں گے اور اگر چھوٹے گلے اور چھوٹے ریوڑ والے کا مال ہلاک ہو گیا تو وہ اپنے بچوں کے ساتھ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے امیر المؤمنین، اے امیر المؤمنین، تو کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا؟ خدا کے بندے، سوچو تو سہی۔ پانی اور چارہ مہیا کرنا میرے لیے زیادہ سہل ہے بمقابلہ اس کے کہ میں ان کے اوپر سونا اور چاندی خرچ کروں۔ خدا کی قسم، وہ خیال کریں گے کہ میں نے ان کے اوپر ظلم ڈھایا ہے۔ یاد رکھو کہ یہ ملک ان کا ہے۔ چشمے ان کے ہیں۔ اس کے اوپر جاہلیت کے دور میں انھوں نے جنگیں لڑی ہیں اور اس کے اوپر ہی وہ اسلام لائے ہیں۔ اس خدا کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے کہ اگر ان جانوروں کی ضرورت نہ ہوتی جن کے اوپر میں لوگوں کو اللہ

کے راستے میں سوار کراؤں تو میں ان کی زمین میں سے ایک بالشت برابر بھی چراگاہ نہ بناتا۔

وضاحت

’الحمی‘ سے مراد وہ سرکاری چراگا ہیں ہیں جو حکومت نے جگہ جگہ صدقہ کے جانوروں کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے بن رکھی تھیں۔

’صُبرِیمَہ‘ سے مطلب اونٹوں کا چھوٹا گلہ اور ’عُنَیمَہ‘ سے مراد بکریوں کا چھوٹا ریوڑ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہزاروں گھوڑے، اونٹ اور گائے صدقہ کے تھے جنہیں ان چراگا ہوں میں رکھا گیا تھا، اور ان کے اوپر ان کی دیکھ بھال کے لیے آدمی مقرر تھے۔ ایک روز آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام کو جسے سرکاری چراگاہ پر مقرر کیا تھا، بلا کر تلقین کی کہ اپنے ہاتھ کو لوگوں پر ظلم کرنے سے روک کر رکھے، کیونکہ مظلوم کی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں فوراً سنی جاتی ہے۔ انہوں نے ہدایت فرمائی کہ چھوٹے گلہ والے، یعنی غربا اگر اپنے گلے لائیں تو ان کو چراگا ہوں سے نہ روکا جائے، کیونکہ ان ہی نے اپنی زمینوں کے لیے جاہلیت کے زمانے میں جنگیں لڑی ہیں اور ان ہی زمینوں کے اوپر وہ اسلام لائے ہیں تو میں کس طرح ان سے ان کے پانی اور ان کے چارے کو روک سکتا ہوں۔ البتہ جو لوگ رئیس ہیں اگر ان کے گلے آئیں تو ان کو تم روک سکتے ہو۔ جنگیں تو ان رئیسوں نے بھی لڑی ہیں، مگر ان کے پاس متبادل وسائل کھیت اور باغ کی شکل میں موجود ہیں۔ ان کے لیے مویشیوں کی دیکھ بھال مشکل نہیں۔ اگر ان کا مال ہلاک ہو جائے تو وہ اس نقصان کو برداشت کر لیں گے اور وہ مدینہ میں اپنے کھیتوں اور باغوں میں آجائیں گے۔ اللہ کے راستے میں سوار کرانے سے مراد وہ اونٹ اور گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے مجاہدین کو مہیا کیے جاتے تھے۔

